احمد شاہ بادشاہ بنا تو اس نے آصف جاہ کو منصب وزارت قبول کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ لیکن آصف جاہ نے بڑھاپے کی وجہ سے اس خدمت سے معذوری ظاہر کی برہان پور ہی میں بیمار ہوا وہیں ۱۹ر جون ۱۷۴۸ء کو ۷۷ برس کی عمر میں انتقال کیا سید برہان الدین کے روضہ میں دفن کیا گیا اسلامی حکمرانی کے دور کا یہ آخری عظیم المرتبت انسان تھا۔

اولاد | آصف جاہ کی شادی گلبرگہ کے ایک سید کی صاحبزادی سیدۃ النساء بیگم سے ہوئی جس کے بطن سے غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی، ناصر جنگ۔ بادشاہ بیگم۔ محسنہ بیگم دوسری بیگموں سے امیر الملک صلابت جنگ، نظام علی خاں بہادر اسد جنگ (آصف جاہ ثانی) محمد شریف بسالت جنگ شجاع الملک مغل علی خاں۔ نواب معین الملک عرف میر منو کو جو نواب قمر الدین خاں وزیر محمد شاہ کا (بیٹا تھا) ۱۷۴۸ء میں پنجاب کا صوبہ دار محمد شاہ نے کیا۔ پہلا حملہ احمد شاہ درانی کا شجاعت و مردانگی سے روکا ۱۷۵۲ء میں درانی کا حملہ ہوا رسد رسانی کی تکلیف سے تنگ ہو کر شالامار باغ میں صلح کی شرائط طے کیں اور پچاس لاکھ نقد اور کچھ ہاتھی گھوڑے مع ساز و سامان دے کر سوا لاکھ کا خلعت لیا اور جالندھر، لاہور اور کوہستان کی سند حکومت حاصل کی اس زمانہ میں سکھوں کی غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا رعایائے پنجاب ناخدا ترسوں کے ہاتھوں سخت نالاں تھی۔ میر منو ان کی گوشمالی اور سرزنش کے لئے قصور کی جانب روانہ ہوا اور ان کو وہ سزا دی کہ لاہور اور پنجاب کی تاریخیں ان خونی اوراق سے بھری پڑی ہیں۔ وہ فتح یابی کے بعد ایک دن شکار کو جا رہا تھا کہ گھوڑی سیخ پا ہو گئی اور اس طرح بھڑکی کہ نواب کی جان گئی یہ واقعہ ۱۷۵۳ء کا ہے۔

مراد بیگم | مراد بیگم جس کو بعض مورخین نے مغلانی بیگم بھی لکھا ہے میر منو کی چہیتی بیگم تھی بڑی لائق اور ہوشمند خاتون تھی شوہر کے صوبیداری کے عہد میں مشیر کار تھی اس کے انتقال پر آغوش میں امین الدین خاں تین سال کا خورد سال بچہ میر منو کی یادگار تھا حکومت پنجاب کا والی قرار دے کر خود سرپرست بنی

چھ ماہ بعد وہ لڑکا چیچک سے انتقال کر گیا۔

مراد بیگم کے لئے بڑی مشکل تھی نہ وہ حکومت چھوڑ سکتی تھی اور نہ اسے اپنے حکمراں رہنے کی کوئی صورت نظر آتی تھی۔ نواب قمر الدین خاں وزیر کی بیٹی تھی محلوں کی پلی ہوئی ان چالوں سے واقف جنسے بادشاہ تخت پر بٹھائے جاتے اور اُتارے جاتے۔ لکھی پڑھی تھی اس نے اپنے شوہر کے امراء و رفقاء کو اپنی رفاقت میں کیا اور ایک طرف احمد شاہ درانی کو دوسرا بادشاہ دہلی احمد شاہ تیموری کے درباروں میں خفیہ طور پر اپنے وکیل اور ایلچی بھیجکر ضابطہ کی سند حکومت منگوائی اس کے بعد ہاتھ پیر نکالنے لگی امراء کے اختیار جو بڑھے ہوئے تھے محدود کرنے لگی اس پر بیگم کے خلاف وسیع پیمانہ پر ایک سازش کی گئی جس میں یہ قرار پایا کہ بیگم کو تخت لاہور سے اتار کر اپنے گروہ میں سے کسی کو حاکم بنالیں بیگم نے احمد شاہ درانی کو تمام احوال لکھ بھیجے اس نے ایک نامی امیر سردار جہاں کو کچھ فوج دے کر بیگم کی نیابت میں کام کرنے کے لئے لاہور روانہ کیا امراء میں دربار کا امیر اعظم نواب میر بھکاری خاں رستم جنگ مدار المہام دبانی مسجد طلائی لاہور سے بیگم بہت خائف رہتی ایک دن اس کو محلات میں بلوا کر جہان خاں کے روبرو لونڈیوں کے ہاتھ اسی سولی دلوادی اس واقعہ سے امراء خانہ نشیں ہو گئے سکھوں کو میدان خالی ملا پھر پُرزے نکالنے لگے۔ علاقوں کے علاقے لوٹ لیتے زمینداروں سے محاصلہ تک زبردستی وصول کر لیتے جہان خاں بہت کچھ انتظام کرتا مگر اس کی تدابیر کام نہ دیتیں ملک کی بدانتظامی سکھوں کی لوٹ مار کے متعلق امرائے خانہ نشین نے عریضہ بادشاہ دہلی کو بھیجا غازی الدین خاں اپنے وزیر کو جو نظام اول دکن کا پوتا تھا سیاہ دیکر بادشاہ نے بھیجا بعض مورخ کہتے ہیں خود غازی الدین خاں لاہور کی طرف متوجہ ہوا وہ ابھی جالندھر کے علاقہ میں تھا اس نے مراد بیگم کو جو اس کی پھوپی ہوتی تھی یہ پیغام دیا کہ اپنی لڑکی کی شادی میرے ساتھ کردو مراد بیگم کی دلی منشا یہ تھی اس بہانہ سے وزیر مجھ سے گٹھ جائے اور پنجاب کی حکومت

قبضہ میں رہے۔ چنانچہ لشکر اور سامان کے ساتھ لاہور سے روانہ ہوگئی ماچھی واڑہ میں غازی الدین خاں مقیم تھا اس جگہ دھوم دھام سے شادی اپنی دختر کی کردی دو ماہ تک وزیر دلہن کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف رہا اور پھر دہلی واپس چلا گیا اور اپنا ایک معتبر افسر سید جمیل الدین کو بیگم کی نیابت میں چھوڑ گیا۔ بیگم اور امرائے دربار کی حالت دیکھ جہان خاں لاہور چھوڑ کر کابل چلا گیا تھوڑے عرصہ بعد جمیل الدین اور بیگم میں ٹھن گئی جس کی اطلاع احمد شاہ کو دی گئی اس کا چوتھا حملہ لاہور پر اسی بیگم کی دعوت کا نتیجہ تھا دہلی میں جب بیگم کی اس سازش کا حال معلوم ہوا تو غازی الدین خاں نے مرزا آدینہ بیگ حاکم جالندھر کو لکھا کسی ترکیب سے بیگم کو گرفتار کر کے دہلی بھجوا دو چنانچہ بیگم خواجہ سراؤں کے ہاتھوں دھوکے سے گرفتار ہو گئی اور دہلی بھیجدی گئی اس خدمت کے صلے میں غازی الدین نے لاہور کا صوبہ دار آدینہ بیگ کو کر دیا۔

احمد شاہ ابدالی نے پھر ۱۷۵۶ء میں لاہور پر قبضہ کیا آدینہ بیگ بھاگ کر یہاں سے دہلی روانہ ہوا غازی الدین نے اپنی پھوپی اور ساس کے ذریعہ بادشاہ درانی سے قصور معاف کرایا اس حملہ میں احمد شاہ درانی نے دہلی کو ۲ ماہ تک لوٹا۔ اس کے بعد کے حالات مراد بیگم کے نہ مل سکے

راجہ اجیت سنگھ | راجہ اجیت سنگھ ابن راجہ جسونت سنگھ جودھ پوری جسونت سنگھ نے عالمگیر کے ساتھ جبکہ وہ شجاع سے مقابل ہونے والا تھا دغا کی تھی مگر قصور معاف کر دیا جب بہادر شاہ کو اعظم شاہ سے فرصت ملی تو دکن کام بخش سے نبٹنے چلا سفر میں اجیت سنگھ ساتھ تھا راستے سے جودھپور چلتا ہوا اور حرکات ناشائستہ کرنے لگا راجہ جے سنگھ سوائی جے پور کو بھی ہمنوا کر لیا آخرش بادشاہ نے عظیم الشان کے ذریعہ سرکوبی کی اور پھر بعض شرائط پر صلح ہو گئی خود بہادر شاہ سرہند کی طرف دکن سے لوٹتے ہوئے گیا سکھوں نے وزیر خاں حکلہ دار کو قتل کر دیا تھا گورو گوبند کی طاقت روبہ ترقی تھی اس کے انسداد کا کافی انتظام کیا۔

فرخ سیر کے عہد میں سید حسن علی نے اجیت سنگھ کی گوشمالی اچھی طرح سے کر دی تو اجیت سنگھ نے اپنی راج کنواری کا ڈولہ فرخ سیر کے نذر کیا۔ بادشاہ نے اجمیر کا صوبہ دار کر دیا۔ سیدوں سے میل کر کے داماد کا کام تمام کرایا۔ کچھ عرصہ تک تمرد کرتے رہے محمد شاہ فرخ سیر کی وجہ سے بہت خیال کرتا تھا اپنے لڑکے کی بیوی پر نظر بد ڈالنے لگے جس بنا پر بیٹے نے باپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

قطب الملک | راجہ رتن چند سید عبداللہ خاں کا کارندہ تھا تمام کاروبار کا اہتمام اس کے سپرد تھا سید صاحب کو وزارت ملی تو عیش و عشرت میں لگ گئے رتن چند ڈوبے نذر گذرانتا ان کی کثرت سے حریص تھیں رتن چند راشی پڑا تھا اس کی بدولت سید عبداللہ خاں بدنام ہو گئے فرخ سیر کی معزولی اور قتل کا محرک اول رتن چند تھا سید حسن علی کے مارے جانے کے بعد رتن چند کو قید کر دیا

راجہ محکم سنگھ امیر الامراء حسن علی خاں کا دیوان تھا اپنے آقا کے مارے جانے کے بعد اس کے قاتلوں کے ہمدم و دمساز بن گئے اور شش ہزاری منصب پایا۔

صفدر جنگ مرزا مقیم ابو المنصور خاں جن کے بزرگ کسرے کا کام کرتے تھے سعادت خاں کے بھانجے اور داماد تھے صوبہ داری اودھ اور دلی کی وزارت ملی مگر پٹھانوں کے اقتدار سے دل میں خلش رکھتے تھے بادشاہ کو نواب فرخ آباد سے ناراض کرا کر ان کے خلاف جنگ کرا دی فرخ آباد پر تسلط کر کے اپنے دیوان راجہ نول رائے کو وہاں کا حاکم مقرر کیا کچھ دن بعد بنگشوں نے بلوہ کر کے نول رائے کو قتل کر دیا تو کسی شخص نے

"اے نول سرخ رو"

سے تاریخ نکالی۔

رواں کرد خون یلاں جو بہ جو   ادا کرد حق نمک مو بہ مو
زیزداں رسید ند حور ملک   بیارد بر دانے نول سرخ رو

راجہ کے مارے جانے کے بعد صفدر جنگ نے مرہٹوں کو اپنی کمک کے واسطے بلایا پٹھانوں نے کمایوں کے کوہستان میں پناہ لی اور آخر کار صلح کر کے اطاعت قبول کی شاہ درانی سے سرہند پر شاہی فوج کا مقابلہ ہوا قمرالدین خاں وزیر قتل ہوا صفدر جنگ کی کوشش سے ابدالی کو واپس جانا پڑا اس صلہ میں الہ آباد کی صوبہ داری عنایت ہوئی پھر بھی بادشاہ کے ساتھ غداری کی ۱۷۵۴ء میں انتقال ہوا اس کا بیٹا شجاع الدولہ تھا جو ظالمانہ طبیعت کا شخص اور ظلم و جور میں حجاج ابن یوسف سے کم نہ تھا۔ پانی پت کی لڑائی کے بعد انگریزوں سے جنگ آزمائی کی انگریزوں نے یہ دیکھ کر کہ میر قاسم صوبہ دار بنگال ان کے قبضہ سے نکلنا چاہتا ہے اس کو گدی سے اُتار دیا اور اس نے شجاع الدولہ کے پاس پناہ لی اور حمایت پر آمادہ کیا۔ شجاع نے بہار پر حملہ کیا اور انگریزوں کو ہٹاتے ہوئے پٹنہ تک پہنچ گئے لیکن پٹنہ کے محاصرہ میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی اور برسات کی وجہ سے بکسر کی طرف ہٹ آنا پڑا۔ ۲۳ر اکتوبر ۱۷۶۴ء کو بکسر کی لڑائی ہوئی پھر کمپنی سے صلح ہوگئی اب انگریز ساتھی ہوگئے مرہٹوں نے روہیلوں پر حملہ کیا چالیس لاکھ پر تصفیہ شجاع الدولہ کے ذریعہ ہوا۔ وعدہ وفا نہ کر سکے تو شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے ان پر چڑھائی کر دی حافظ رحمت خاں بہولنا نے پر اس جنگ میں شہید ہوئے یہ واقعہ ۱۷۷۴ء کا ہے حافظ صاحب کے خاندان کے ساتھ سخت مظالم کیے آخر شش ۱۷۷۵ء میں دنیل کے مرض میں انتقال کیا۔

مرہٹے نظام شاہوں اور عادل شاہی ریاستوں نے مرہٹوں کو نوازا۔ شاہ طاہر نے اپنے مفاد کے لئے مرہٹوں سے فوجی کام لیا ابراہیم عادل شاہ بھی دیکھا دیکھی ان کے سرپرست بنے حتے کہ فوج کا افسر تک مرہٹہ سردار کو بنایا جس سے اس قوم کو سربلندی نصیب ہوئی مگر لطف یہ ہے پہلے ان محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا گیا ۹۹۹ھ میں بالا راؤجی اور سبنھاجی مرہٹہ سرداروں نے جو قطب شاہی سلطنت میں فوجی سردار و جاگیردار تھے علم بغاوت بلند کیا ابھی طاقت ور نہیں ہوئے تھے

حکومت نے سرکوبی کردی مگر شغل ڈاکہ زنی لوٹ مار قایم رکھتے رہے ملک عنبر نے بھی اس قوم سے کام لینا چاہا اور ان کی سرپرستی کی مگر ۱۰۲۲ھ میں جہانگیر نے عبدالرحیم خانخاناں کو دکن کی مہم پر مامور کیا۔ اس کا لڑکا ایرج خاں بالاپور برار میں مقیم تھا ملک عنبر کی مرہٹہ فوج کے سردار جادو رائے اودرائے بالو رائے ملک عنبر سے کٹ کر ایرج خاں سے آملے۔ خلعت و منصب پاتے کچھ دن نہ گذرے تھے ان سے بھی غداری کر کے اودے رائے شہزادہ خرم کے قدموں پر آجھکا پایا پھر منصب جلیلہ عطا ہوا۔ اب دربار شاہی میں باریاب بنے۔ ساہوجی (پدر سیواجی مہاراج) کو درباری عزت ملی مگر اس نے فتنہ اٹھایا تھا کہ خرم نے مزاج پرسی کرا دی اور اس کا علاقہ غداری کرنے کی بناء پر ملک عنبر کے بیٹے کو دیا گیا۔

ساہوجی ہاتھ پیر مارتے رہے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اس قضیہ میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا اس کا بیٹا سیواجی مرہٹوں کا سردار بنا اور چاروں طرف لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا مسلم ریاستیں باہمی خانہ جنگیوں میں مبتلا تھیں جس نے مرہٹہ سردار سیواجی کو ہاتھ پیر لگانے کا موقعہ بہت زیادہ دیا اورنگ زیب عالمگیر نے اس کی بہادری کی قدر کی مگر یہ اپنی بیجا غارتگری کی حرکتوں سے باز نہ آیا بادشاہ نے شاہانہ و شجاعانہ ایسے حملے کئے جس سے سیواجی کی طاقت پاش پاش ہو کے رہ گئی فرخ سیر کے عہد میں امیر الامراء سید حسن علی خاں صوبہ دار دکن ہو گئے تھے انھوں نے اپنے مفاد کی خاطر تباہ شدہ مرہٹوں کی سرپرستی کی محرم ۱۱۳۱ھ کو اورنگ آباد سے بعزم دہلی پچیس ہزار سوار دس ہزار برق انداز اور عظیم الشان توپ خانہ کھانڈے راؤ دہباڑیہ کی سرداری میں لے کر چلے راجہ ساہو کی طرف سے بشوناتھ سنتاجی امداد کے لئے تھا یہ فوج دہلی پہنچی فیروز شاہ کی لاٹ کے نیچے خیمہ زن ہوئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ سید صاحب کی بدولت مرہٹہ فوج بادشاہ کے خلاف دارالحکومت میں آئی عوام بگڑ بیٹھے سید حسن علی کی فوج کو ڈنڈے بازی سے نوازا ہزار ہا مرہٹے

سب آئی مرے آخرش حسن علی نے ان کو کچھ دے دلاکر دکن واپس کیا اور راجہ ساہو کے لئے وہ ہزاری منصب و خلعت بادشاہ سے جو ان کے ہاتھوں کٹ پتلی بنا ہوا تھا دلوا دیا دکن کی چوتھ اور عطائی پر مرہٹے بھی فائز نظر آنے لگے۔ بالاجی وشوناتھ نے راجہ ساہو کے کاروبار کو ایسی ترقی دی کہ کولھاپور کی ریاست ماند پڑ گئی اور مرتے ہوئے اپنے خاندان میں پیشوا کی جڑ جما گیا اس کے بعد اس کا بیٹا باجی راؤ پیشوا بنا جس نے نظام الملک سے ۱۱۴۲ھ میں مچیٹھ لیکر فتحیاب ہوا اور نظام نے دب کر صلح کر لی اس فتح سے باجی راؤ کی تمام دکن میں دھاک بیٹھ گئی اور یہی وہ عظیم الشان پہلی فتح تھی جس سے میدانی لڑائی میں مرہٹوں کے دل سے بالکل خوف جاتا رہا۔

باجی راؤ اور نظام الملک گتھ گئے اور اس نے اپنے وفادار نوکروں میں سے ملہار راؤ اور راناجی سیندھیا کو مرہٹوں کی زبردست جمعیتوں کے ساتھ خاندیس اور مالوہ کی طرف لوٹ مار کرنے اور وہاں سے چوتھ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور خود فوج گراں کے ساتھ راجپوتانہ اور اجمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ مالوہ کے حصے پر مرہٹے قابض ہو گئے بادشاہ نے غضنفر جنگ محمد خاں بنگش بانی فرخ آباد کو مالوہ کی صوبہ داری پر مامور کیا مگر اس کے تغافل سے پیشوا باجی راؤ نے فائدہ اٹھانا چاہا مگر روہیلے پل پڑے مرہٹے ناکام ہوئے محمد خاں معزول ہوا راجہ جے سنگھ والی جے پور مالوہ کا صوبہ دار کر دیا گیا مگر راجہ نے باجی راؤ کو بادشاہ سے مالوہ کی صوبہ داری دلوا دی اس طرح گجرات کے بعد مالوہ میں بھی مرہٹے پھیل گئے جن کی تکو تاز کا میدان گوالیار اکبر آباد و الہ آباد تھا غرضکہ ۱۱۴۸ھ ۱۱۴۹ھ کے آخر تک مرہٹے پنجاب، دہلی، روہیلکھنڈ، و اودھ و بہار و بنگال کے سوا تمام ہندوستان میں پھیل گئے۔

۱۱۴۹ھ میں ملہار راؤ ہلکر اور باجی راؤ تغلق آباد تک آئے اور ریواڑی کو لوٹ کر واپس گئے شاہ نادر کی آمد سے یہ سیلاب کچھ عرصہ کے لئے رک گیا۔

روہیلہ غور اور غزنی کے پٹھانوں نے جب کوہستان روہ میں سکونت اختیار کی تو وہاں کے باشندوں کو روہیلہ کہنے لگے۔

روہ ایک بہت وسیع پہاڑی سلسلہ ہے جس کے مشرق میں کشمیر مغرب میں دریائے المین جو ہرات سے متصل ہے اور شمال میں کوہ کاشغر اور جنوب میں بلوچستان ہے کوہ سلمان۔ قندھار۔ کابل۔ پشاور۔ خیبر باجوڑ اور حسن ابدال وغیرہ سب علاقے روہ میں شامل تھے یہاں کے لوگ شیر شاہ سوری کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور بریلی۔ آنولہ۔ فرخ آباد وغیرہ میں آباد ہوئے تو یہ علاقہ ان روہیلوں کی جمعیت کی وجہ سے روہیلکھنڈ مستقل طور سے کہلانے لگے پھر تو افغانستان سے غول کے غول ہندوستان آئے اور روہیلکھنڈ میں آباد ہوئے ان پٹھانوں کی دو جماعتیں ہوگئیں روہیلوں کا خاندان کٹھیر پر جو اب روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہے قابض ہوگیا اور بنگش کے پٹھان اضلاع فرخ آباد پر قابض ہوگئے بنگشوں کے مورث اعلیٰ نواب محمد خاں ۱۷۱۳ء میں فرخ سیر کے عہد سلطنت میں بھوج پور اور شمس آباد کے جاگیردار مقرر ہوئے لیکن عہد سلطنت کے آخری ایام میں شہنشاہ دہلی کو مجبوراً نواب محمد خاں کے واسطے خود مختاری کا فرمان دینا پڑا نواب موصوف نے فرخ سیر کے نام پر فرخ آباد کو آباد کر کے اس کو اپنی قیام گاہ قرار دیا ۱۷۱۹ء میں فرخ سیر کے انتقال کے بعد نواب محمد خاں نے بدایوں پر بھی قبضہ کر لیا اس زمانہ میں نواب سید علی محمد خاں متبنیٰ داؤد خاں سردار روہیلہ کا غلبہ اور فتوحات علاقہ کٹھیر میں ہونا شروع ہوگئیں کٹھیر کے حدود موجودہ روہیلکھنڈ کے حدود تھے۔ بریلی۔ مرادآباد۔ سنبھل۔ بدایوں کے اضلاع علاقہ کٹھیر میں شامل تھے۔ ۱۷۱۵ء میں فرخ سیر کے عہد میں شیخ عظمت اللہ مرادآباد کے حاکم مقرر ہو کر آئے انھوں نے داؤد خاں اور انکے متبنیٰ نواب سید علی محمد خاں سے تعلقات رکھے یہی دونوں اولوالعزم روہیلوں کی حکومت کے بانی ہوئے۔

داؤدخاں | داؤد خاں جنہوں نے نواب سید علی محمد خاں کو متبنیٰ کیا تھا خود ہی شاہ عالم خاں بن شہاب الدین خاں کے متبنیٰ تھے۔ شہاب الدین خاں قندھار کے علاقہ کے رہنے والے تھے شاہ عالم خاں شاہجہاں کے عہد میں کٹیہر آئے اور یہیں اقامت پذیر ہوگئے۔

افغان اس علاقہ میں پہلے ہی سے رہتے تھے بعض تجارت کرتے اور بعض حکام ضلع اور جاگیرداروں کی ملازمت کرتے تھے لیکن ان کو یہ علاقہ کچھ مفید اور موافق نہ ہوا شاہ عالم خاں کے چونکہ مدت تک کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی اس لئے انھوں نے ایک لڑکے کو جس کا نام داؤد خاں تھا متبنیٰ کرلیا۔ ان کے متبنیٰ کرنے کے بعد شاہ عالم خاں کے کئی لڑکے پیدا ہوئے مگر سوائے رحمت خاں (حافظ الملک حافظ رحمت خاں بہادر) کے سب صغر سنی ہی میں مرگئے داؤد خاں کی پرورش شاہ عالم خاں نے کی اپنی ذہانت اور خداداد قابلیت کی بدولت داؤد خاں شاہ عالم خاں کے جملہ کاروبار میں دخیل ہوگئے شاہ عالم خاں ان سے نہایت شفقت سے پیش آتے اور پدرانہ برتاؤ کرتے۔ یہ برتاؤ شاہ عالم خاں کی بیوی کو ناگوار ہوا ادھر یہ خیال گذر رہا تھا موروثی جائداد کا مالک آگے چل کر داؤد خاں ہوگا چنانچہ انھوں نے قتل کرانے کی تدبیر کی داؤد خاں کو سازش کا پتہ لگ گیا انھوں نے شاہ عالم خاں کو اس واقعہ کی خبر نہیں کی بلکہ خود وہاں رہنا خطرناک سمجھا اور شاہ عالم خاں سے نوکری کرنے کے بہانہ سے ہندوستان آنے کی اجازت لی۔

داؤد خاں محمد شاہ کے عہد میں ہندوستان آئے یہاں اتفاق سے کچھ روہیلوں سے ملاقات ہوئی وہ اس کے ساتھ ہوگئے داؤد خاں نے علاقہ کٹیہر میں کوہ الموڑہ کے دامن میں سکونت اختیار کی اور ارد گرد ہاتھ صاف کرنے لگے رفتہ رفتہ اسّی سوار اور تین سو پیادے اس کے پاس جمع ہوگئے جنگل میں کچی گڑھی اپنے رہنے کے لئے بنالی علاقہ بھر میں ان کی شجاعت اور بہادری کی تھوڑے عرصے میں دھوم مچ گئی کچھ عرصہ تک مدارا سہائے اور لچھمن سنگھ زمینداروں کے یہاں

ملازم رہے اور اس کی زمینداری کو وسیع کرنے میں قریب دیوار کے علاقہ پر قبضہ جمایا دوسرے جاگیرداروں نے ان سے استدعا کر کے اپنے پاس بلا لیا۔ مستعدی سے اپنے فرائض انجام دئے صلہ میں کثیر رقم ملی اور کئی موضع قبضہ میں آئے ضلع بدایوں کے اکثر دیہات دبا لئے تبیا بوہلی میں سکونت اختیار کی داؤد خاں کی اس کامیابی کی خبر سن کر شاہ عالم خاں بھی اپنے وطن تورشہامت (روہ) سے یہاں آئے۔ داؤد خاں نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور واپسی کے وقت ان کو دو ہزار روپیہ دئے اور یہ رقم سالانہ دینے کا وعدہ کیا دوبارہ شاہ عالم آئے اور وطن جاتے ہوئے قزاقوں سے مڈبھیڑ ہوگئی اور شاہ عالم خاں شہید ہوگئے داؤد خاں کو خبر لگی اس نے آکر ان کو بیرون شہر بدایوں دفن کیا حافظ رحمت خاں نے اپنے عہد میں مقبرہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے اس کے بعد داؤد خاں نواب عظمت اللہ خاں کے پاس جو مرادآباد اور سنبھل کے حاکم تھے چلے گئے ان ہی کے ذریعہ بہت سا علاقہ شاہی الگذاری میں داؤد خاں کو مل گیا۔

مرہٹوں کی لڑائی میں داؤد خاں نے کارنمایاں کئے جن کے صلے میں شاہ دہلی کے یہاں سے موضع شاہی ضلع بریلی اور بدایوں میں سالی پرگنہ جاگیر میں عطا ہوا۔ اب رئیسانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر طبیعت میں اولوالعزمی تھی راجہ دیپ چند والی کمایوں کے یہاں ملازم ہوگئے وہاں ان سے ایک ناگوار واقعہ سرزد ہوا اس نے دھوکے سے قید کر لیا اور قتل کرا دیا راجہ کے ملازموں نے لاش کو ساتول ندی کے کنارے دفن کر دیا۔ اس وقت داؤد خاں کے حقیقی بیٹے محمد خاں بہت کم سن تھے۔ اس لئے دوندے خاں۔ صدر خان۔ پایندہ خاں۔ سردار خاں۔ کبیر خاں فتح خاں وغیرہ نے جو داؤد خاں کے مشیر کار تھے (نواب) سید علی محمد خاں کو جانشین بنایا انھوں نے بڑے دم سے روہیلوں پر حکومت شروع کر دی جن کی تعداد اس وقت پانچ صد تھی سید علی محمد خاں نوابان رام پور کے مورث اعلیٰ ہیں۔ جن کا تفصیلی حال آگے آتا ہے۔

نواب نجیب الدولہ بہادر

نام و نسب | نجیب خاں مخاطب بہ نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ ابن سردار اصالت خاں ابن ملک عنایت خاں ابن منیر خاں ابن جہان خاں ابن نظیر خاں ابن اسمٰعیل خاں عمر خیل مانیری قبیلہ عمر خیل باعتبار بزرگی و شرافت و ناموری افاغنہ میں امتیازی درجہ رکھتا تھا۔ جو کالا۔ درا حلوائی۔ مانڑی علاقہ رڑہ میں آباد تھا۔

خاندانی حالات | اصالت خاں اپنے قبیلہ کا سردار تھا ان کے بھائی سردار بشارت خاں تجارت اسپ کا مشغلہ قرار دے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ بسلسلہ تجارت آخر زمانہ فرخ سیر شاہ دہلی میں ہندوستان آئے اور اپنے ہموطن روہیلوں جنہوں نے کھیڑ پر اپنی حکومت قایم کر لی تھی کے پاس مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک جماعت روہیلہ کی معاونت حاصل کر کے پاس پور (تحصیل رام پور ہے) پر قبضہ جمایا اور خوش حال رئیس بن کر رہنے سہنے لگے اور اپنے نام سے موضع بشارت نگر آباد کیا۔

مگر بشارت خاں وطن آتے جاتے رہتے تھے۔

پیدائش | نجیب خاں ۱۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے[1]

تربیت | ماں باپ کے زیر سایہ تربیت ہوئی۔ اصالت خاں کو لکھنے پڑھنے سے لگاؤ نہ تھا صرف سپاہی بننا فخر سمجھتے تھے چنانچہ نجیب خاں کو بھی فنون حرب سے واقف اور شہسواری میں طاق کرایا گیا اور اپنے آبائی پیشہ میں لگا دیا مگر نجیب خاں میں قدرتی سرداری کی خو بو تھی اپنے ہم عمر افغانوں میں مار دھاڑ کر کے اپنا مطیع کر لیا کرتے قرب و جوار میں ان کی جرأت و بہادری کی شہرت تھی بلکہ ایک وقت وہ آگیا تمام علاقہ ان کے نام سے کانپتا تھا۔ بشارت خاں عرصہ بعد وطن آئے

[1] نجیب التواریخ ص

نجیب خاں کی آمد | اپنے ہونہار بھتیجے کے حالات سُن کر بہت خوش ہوئے اور بھائی سے اجازت لے کر اپنے ساتھ سنہ ۱۱۵ھ میں ہندوستان لے آئے بشارت خاں کی ایک دختر نواب سید علی محمد خاں بہادر کو منسوب تھی چنانچہ تاریخ خورشید جہاں میں ہے۔

"بشارت خاں عم نجیب الدولہ یک دختر نواب علی محمد خاں بہادر را بہ نکاح دادہ بود۔"[1]

دوسری دختر کو نجیب خاں سے منسوب کیا جن سے نواب ضابطہ خاں پیدا ہوئے۔

نواب علی محمد خاں نے اپنی دختر کا جو بنت بشارت خاں کے بطن سے تھی نواب ضابطہ خاں سے نکاح کم عمری میں کر دیا تھا۔

"نکاح دختر نواب علی محمد خاں کہ نام آں معصومہ بیگم و از بطن دختر بشارت خاں بود با نواب ضابطہ خاں بہادر خلف نجیب الدولہ کردہ شد کہ غلام قادر از بطن اوست۔"[2]

سوانح زندگی | غرضکہ نجیب خاں اور نواب علی محمد خاں ہم زلف تھے چنانچہ نواب نے اپنے پاس ان کو آنولہ بلالیا اور کچھ سواروں کی سرداری پر فائز کیا۔

---

[1] تاریخ خورشید جہاں صفحہ ۱۸۸ [2] ایضاً

(باقی آئندہ)

(ندوۃ المصنفین کی جدید تاریخی تالیف)

تاریخ ملّت حصّہ چہارم
خلافتِ ہسپانیہ

جس میں خلفاء بنی امیہ "اسپین" کے حالات اور اسپین میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی "داستان" علمی کارنامے قدیم و جدید مستند تاریخوں کی بنیاد پر نہایت کاوش سے جمع کئے گئے ہیں سلاطین اندلس کے دورِ حکومت اور اس کے محاسن علمی اور تمدنی کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے

قیمت عہ؍ غیر مجلد عہ۔

ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خاں سائل

(۵)

(از جناب مولوی حفیظ الرحمن صاحب واصف دہلوی)

میں اس میں سے چند اشعار جو صاحبزادے کے سانحۂ ارتحال سے تعلق رکھتے ہیں نقل کرتا ہوں:

ہڑتال کے عروج کا قصہ بیاں ہو گیا — جس نے عطا کیا ہے غم جاوداں ہمیں
نوزنگاہ لخت جگر شیر خوار پور — کرنا پڑا زمین کے نیچے نہاں ہمیں
اک بوند بھی دوا کی نہ جس کو ہوئی نصیب — ہڑتال کے یہ ذاتی ہوئے امتحاں ہمیں
مخلوق کی مصیبتیں جو گوش زد ہوئیں — بے عدد بے شمار ہوئیں لاتعد ہوئیں[1]

یہ رولٹ ایکٹ مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو مجلس مقننہ میں پاس ہوا تھا۔ اور اس کے بعد ہندوستان بھر میں گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف زبردست بلوے ہوئے۔ سائل صاحب کے بچے فرید میاں کا انتقال اپریل ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ اس وقت سائل صاحب جناب نواب نوح ناروی کی صاحبزادی کی تقریب نکاح میں شرکت کی غرض سے نارے میں تشریف فرما تھے۔

۱۹۱۹ء کے سیاسی واقعات کتاب روشن مستقبل میں ملاحظہ فرمائیے۔

---

[1] واقعات دارالحکومت دہلی جلد اول صفحہ ۱۰۳۲

نواب صاحب کی سکونت | نواب صاحب کا اصل آبائی مسکن گلی قاسم جان میں تھا جو نواب ضیاء الدین احمد خاں کا پھاٹک کہلاتا ہے جب ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد سے دہلی واپس آئے تو تکیہ محل فراش خانے میں کرایہ کا مکان لے کر قیام کیا پھر ۱۹۱۰ء میں لال دروازہ کے اندر آخر میں محلسرا ہے یہ نواب صاحب کی والدہ کی طرف سے حصہ میں آئی تھی۔ اس میں منتقل ہو گئے۔

لال دروازہ کی وجہ تسمیہ سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اس پر پہلے بھی سرخ رنگ ہے۔ یہ دروازہ شاہی زمانے کا ہے اور اصل میں یہ مرزا مغل بیگ خاں کی حویلی دروازہ تھا۔[1]

۱۹۳۴ء میں یہ مکان فروخت کیا گیا۔ کیونکہ اس میں نواب صاحب کے بھتیجے مرزا ناصر الدین کا بھی حصہ تھا۔ فروخت کر کے تقسیم کیا گیا۔ اور نواب صاحب نے اپنے رہنے کے لئے فراشخانہ میں حکیم عبدالرشید خاں کا مکان کرائے پر لیا لال دروازہ ہی میں پھاٹک سے ذرا آگے بڑھ کر دائیں ہاتھ کو ایک کٹرہ نواب صاحب کی ملکیت تھا اس کو خالی کرا کر مکان بنانا شروع کیا۔ یہ مکان ۱۹۳۶ء میں بن کر تیار ہو گیا اور نواب صاحب فراشخانے سے اپنے نو تعمیر مکان میں منتقل ہو گئے اور اسی مکان میں انتقال ہوا افسوس کہ ۱۹۴۷ء میں یہ مکان صاحبزادے نے حاجی نور احمد مالک ہمدم دواخانہ کے ہاتھ فروخت کر کے دہلی کو خیرباد کہا اور اپنی سسرال لاہور چلے گئے۔ اواخر ۱۹۴۷ء میں بیگم صاحب بھی دہلی سے رخصت ہو گئیں۔

نواب صاحب کی پبلک لائف | نواب صاحب مرحوم چونکہ ایک والئ ریاست خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے مقامی حکام سے تعلق رکھنا ناگزیر تھا۔ چنانچہ ان کی خاندانی وفاداریوں اعزازات کی وجہ سے حکام بھی ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے اس کے علاوہ ان کی ذاتی

---

[1] واقعات دار الحکومت دہلی ص ۱۹۷ ج دوم

قابلیت اور علم و فضل اور مجد و شرف بھی ہر شخص کو ان کی عزت و احترام پر مجبور کرتا تھا۔

دہلی کے زعماء و مشاہیر جن سے نواب صاحب کے دوستانہ مراسم تھے جہاں تک مجھے معلوم ہے مندرجۂ ذیل تھے۔ پیرجی مظفر علی مرحوم سجادہ نشین خواجہ باقی باللہ (یہ نواب صاحب کے خالہ زاد بھائی تھے) ڈپٹی عبدالحامد خاں مرحوم خان بہادر حکیم امجد علی خاں مرحوم آنریری مجسٹریٹ ڈپٹی سید ہادی حسین مرحوم۔ نواب فیض احمد خاں مرحوم۔ حکیم اجمل خاں مرحوم۔ قاری سرفراز حسین عزمی مرحوم۔ حافظ عبدالرحمٰن مدح خواں مرحوم۔

ہندوستان کے دیگر مشاہیر میں سے مندرجۂ ذیل حضرات سے بھی سائل صاحب مرحوم کے خاص مراسم تھے راجہ صاحب بجرنگ سنگھ ریاست بھدری ضلع پرتاپ گڑھ رائٹ آنریبل سرتیج بہادر سپرو الہ آباد۔ پنڈت دیوان رادھے ناتھ کول گلشن۔ سرشاہ محمد سلیمان مرحوم چیف جسٹس فیڈرل کورٹ۔ جناب صفی لکھنوی۔ جناب بیباک شاہجہانپوری نواب عزیز یار جنگ عزیز حیدرآباد۔ پنڈت تربھون ناتھ زار دہلوی۔ جناب نوح ناروی

حکیم اجمل خاں | حکیم اجمل خاں خاندان شریفی کے آفتاب تھے جن پر اس خاندان کی قدیم روایات اور تہذیب و معاشرت کا خاتمہ ہوگیا۔ حکیم صاحب کی ذات گرامی مکارم اخلاق اور علم و فضل مجد و شرافت کا مجموعہ تھی ان کے دولت خانے پر بالعموم رات کو بعد عشاء مجلس احباب ہوتی تھی۔ اکثر بڑی دلچسپ علمی و ادبی صحبتیں رہتی تھیں اور شہر کے علماء و ادباء جمع ہو جاتے تھے حکیم صاحب متبحر عالم تھے عربی و فارسی ادب پر بھی پورا عبور تھا۔ متانت کا یہ عالم تھا کہ کبھی قہقہہ لگاتے نہیں دیکھا گیا۔ باوجود اس کے بذلہ سنج بھی تھے اور نہایت لطیف مذاق کرتے تھے طبیعت میں سلامت روی تھی۔ نواب سرامیر الدین احمد خاں مرحوم والی ریاست لوہارو جو حضرت سائل صاحب کے حقیقی بہنوئی تھے ان کے خاص دوستوں میں سے تھے حکیم صاحب ان کو بھائی جان